خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

انتساب

"ان لوگوں کے نام
جنہوں نے ثابت کیا کہ محبت خوبصورت ہو سکتی ہے مگر
عزتِ نفس اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے"

فیضہ سبحان علی

باب نمبر1 ؛

رحم کے رشتے

ہنسی سے دو چار رہتے ہیں، تبھی تو خاندان رہتے ہیں
کبھی روٹھتے، کبھی مناتے، مگر پھر بھی ساتھ رہتے ہیں

کبھی ایک دسترخوان پہ قہقہے بکھر جاتے ہیں
کبھی ایک ہی چھت تلے آنسو بھی مہمان رہتے ہیں

یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراضگیاں بھی ہوتی ہیں
مگر دلوں کے دروازے ایک دوسرے پر کہاں بند رہتے ہیں

کسی کے لہجے میں سختی، کسی کی آنکھ میں نمی
مگر دعا کے وقت سب ایک ہی صف میں رہتے ہیں۔

وقت سب کچھ بدل دیتا ہے، چہرے، شہر، راستے
مگر ماں باپ کے گھر ہمیشہ دل کا پہلا جہاں رہتے ہیں

رشتے صرف خون سے نہیں، نبھانے سے زندہ رہتے ہیں
ورنہ ایک ہی گھر میں رہ کر بھی لوگ کہاں اپنے رہتے ہیں

زندگی کی سب سے قیمتی دولت نہ سونا ہے، نہ شہرت
چند اپنے ہیں، جو ہر حال میں اپنے ہی رہتے ہیں۔

خاندان کامل نہیں ہوتے مگر خوبصورت ضرور ہوتے ہیں
کیونکہ وہاں محبت، معافی اور اپنائیت ہمیشہ ایک ساتھ رہتے ہیں۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

وہ مرنے کے لیے جا چکا ہے----

"کون؟"

سرسراتے لہجے نے جواب دیا

وہی... جسے تم سے محبت تھی۔"
باہر کہیں آسمان پر بجلی زور سے کڑکی تھی، مگر اس کے اثرات زمین پر نہیں، نفوس کے وجود پر اترے تھے۔

وہ ساکت کھڑی تھی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کڑکتی ہوئی بجلی آسمان سے اتر کر سیدھی اسی پر گری ہو۔

اس کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا، سانس سینے میں کہیں اٹک گئی تھی، اور دماغ... جیسے ایک ہی لمحے میں سن ہو گیا ہو۔

موجودہ دن----

جون جولائی کی ہولا دینے والی گرمی، اور اس موسمِ گرمی سے جھلستا ہوا لاہور۔

دوپہر کا وقت تھا، اس لیے گرمی کی شدت کے باعث زیادہ تر دکانیں ابھی بند تھیں۔

ہیزل یار، میں تو تھک گئی ہوں۔
راہا نے بے چارگی سے منہ بنا کر ہیزل سے کہا، جو اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی جا رہی تھی۔

"تم ابھی سے تھک گئی ہو؟ ابھی تو ہمیں بہت دور جانا ہے۔

یار، کیا ہے؟ ایک کھانا ہی تو ہے۔
وہ تو ہم فلاں مشہور دکان سے بھی کھا سکتے ہیں۔" اس نے وہاں کی ایک مشہور دکان کا نام لیا، جہاں سے وہ اکثر کھانا کھایا کرتی تھیں۔

راہا اس وقت باہر نکلنے پر سخت نالاں نظر آ رہی تھی۔

تمہارا نا یہی مسئلہ ہے، اسی لیے میں کہہ رہی تھی کہ مجھے کوئی اور ٹریول پارٹنر ڈھونڈ لینا چاہیے۔

تم حد سے زیادہ سست ہوتی جا رہی ہو۔

ہیزل نے ناراضی بھری ایک نظر اس پر ڈالی، مگر اپنی رفتار پھر بھی کم نہ کی۔
یعنی راہا کو اتنی باتیں سنانے کے بعد بھی اسے بخشنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

یہ بات راہا بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ اگر وہ آج اس کے ساتھ نہ گئی، تو ہیزل واقعی کسی اور کو اپنا ٹریول پارٹنر بنا لے گی۔ اول تو وہ ضد کرتی ہی نہیں تھی، لیکن جب ضد پر آ جاتی تو پھر اس سے دستبردار ہونا اس کے مزاج میں نہ تھا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

گرمی ہو یا سردی، کہیں جانا ہوتا تو وہ جا کر ہی رہتی تھی۔

ویسے مسئلہ ٹریول کا بھی نہیں تھا۔
راہا خود ایک فوڈ بلاگر تھی۔
اور لاہور کی گلیوں میں گھنٹوں آوارہ گردی کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔
اصل مسئلہ تو آج کی ایک چھوٹی سی غلطی تھی۔

شوق شوق میں وہ آج شوز پہن کر آ گئی تھی، صرف اس لیے کہ ہیزل بھی شوز پہنے ہوئی تھی۔
مگر اب اسے بخوبی احساس ہو رہا تھا کہ ہر چیز ہر کسی کے لیے نہیں ہوتی۔
اس کے پاؤں جیسے قید ہو گئے تھے، سانس گھٹتی سی محسوس ہو رہی تھی۔
وہ تو سردیوں میں بھی باقاعدگی سے شوز نہیں پہنتی تھی، گرمیوں میں تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

لیکن اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

گھر سے وہ خاصی دور نکل آئے تھے، اس لیے واپسی کا بھی کوئی جواز نہیں بنتا تھا۔
اب تو اسے ہیزل کے ساتھ یہ سارا سفر ہر حال میں مکمل کرنا تھا، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

کیوں کہ دوستی کا ایک ہی اصول ہے؛

" دوست نے کہا چلنے کا تو چلنے کا "

ہیزل نے مڑ کر اسے دیکھا، جو بمشکل چل رہی تھی اور بار بار اپنے جوتوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔
صاف ظاہر تھا کہ وہ اسے سخت تنگ کر رہے تھے۔

ہیزل نے بےبسی سے سر ہلایا، پھر اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک شاپر نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔

یہ کیا ہے؟" راہا نے حیرانگی سے شاپر لیتے ہوئے پوچھا۔"

دیکھ لو اور ذرا اپنا خیال بھی رکھا کرو۔
اگر تمہیں معلوم ہے کہ تم سے یہ نہیں پہنے جاتے تو زبردستی کیوں پہنتی ہو؟ کب سے دیکھ رہی ہوں، تم تکلیف میں ہو۔

راہا نے شاپر کھولا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
اندر نہایت خوبصورت، نرم اور آرام دہ سینڈل رکھے تھے۔

"اوہ تمہیں کیسے پتا چلا؟"

بچپن سے تمہارے ساتھ ہوں۔
اب بھی اگر تمہاری حالت نہ سمجھ سکوں تو پھر اتنے سال تمہارے ساتھ جھک مارنے کا فائدہ؟
ہیزل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اوہ اچھا۔ اسے یہ جان کر خوشی ملی کے اس کی دوست اس کی تکلیف سے نا واقف نہ تھی۔

اب جلدی سے پہن لو، ہم ویسے ہی کافی لیٹ ہو رہے ہیں۔
ہیزل نے جوتوں کی طرف اس کی توجہ دلائی۔

راہا نے فوراً شوز اتارے، سینڈل پہن لیے اور اپنے شوز شاپر میں رکھ کر بیگ میں ڈال دیے۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

چند قدم چلتے ہی اس نے اطمینان بھری سانس لی۔
اب اس کے پاؤں کو ایسا سکون مل رہا تھا جیسے کسی نے ساری تھکن ہی اتار دی ہو۔

ہائے شکر! اگر تم نہ ہوتیں نا، ہیزل، تو میرا کیا بنتا؟

"ہیزل نے بھنویں اچکائیں۔ اچھا؟ کیا بنتا تمہارا

کہیں کسی گلی کے نکڑ پر بیٹھی رو رہی ہوتی۔
راہا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
ہیزل بھی مسکرا دی۔ اچھا جی، واقعی؟

"جی ہاں، بالکل ایسا ہی ہوتا۔"

ویسے یہ آہان کا بچہ کہاں ہے۔ اس نے نہیں جانا کیا؟ راہا کو ایک دم سے اپنے سب سے بڑے دشمن اور ان کے تیسرے ساتھی کی یاد آئی۔

نہیں وہ اسے کہیں جانا تھا آپی علیسہ کے ساتھ اس لیے آج ہم ہی جائیں گے۔
ویسے تمہیں اس کی یاد کیسے آ گئی؟ ہیزل نے اس کی طرف مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا

ایسا بھی کیا پوچھ لیا میں نے جو تم ایسے دیکھ رہی ہو۔
میں نے تو بس اس لیے پوچھ لیا تھا کے کہیں پچھلی دفعہ والا جیسا کچھ نہ ہو جائے۔
وہ دن بھی عام دنوں جیسا ہی تھا، مگر بعد میں یہی دن ان کی یادوں میں ایک خاص جگہ بنا لینے والا تھا۔

شہر کی مصروف زندگی میں بمشکل ہی ایسا ہوتا تھا کہ تینوں ایک ساتھ سکون سے کہیں بیٹھ کر وقت گزار سکیں۔
کبھی آہان اپنے کاموں میں الجھا ہوتا، کبھی راہا اپنی ویڈیوز اور ایڈیٹنگ میں مصروف رہتی، اور کبھی ہیزل کی اپنی مصروفیات آڑے آ جاتیں۔
لیکن اس ہفتے اچانک ایک چھٹی مل گئی تھی، تو تینوں نے فیصلہ کیا کہ آج کا دن صرف اپنے لیے رکھا جائے۔

کافی دیر تک یہ بحث چلتی رہی کہ آخر جانا کہاں ہے؟
کسی نے کسی مہنگے کیفے کا نام لیا، کسی نے کسی نئے ریسٹورنٹ کا، مگر آخرکار راہا نے لاہور کے ایک پرانے، مشہور فوڈ اسٹال کا ذکر چھیڑ دیا، جسے ایک بہت بوڑھے انکل برسوں سے چلا رہے تھے۔

بس، فیصلہ ہوگیا! راہا نے پرجوش انداز میں ہاتھ میز پر مارتے ہوئے کہا۔ آج ہم وہیں جائیں گے۔

ہیزل نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا، جبکہ آہان نے بھی ہیزل کو دیکھتے ہوئے رضامندی ظاہر کر دی۔

البتہ اس دن آہان کو ایک ضروری کام بھی نمٹانا تھا، جو اتفاق سے اسی علاقے میں تھا۔

تم دونوں پہلے چلی جاؤ۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ میں اپنا کام ختم کرکے سیدھا وہیں آ جاؤں گا۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

ٹھیک ہے۔ راہا نے فوراً جواب دیا۔ ہم آرڈر بھی دے دیں گے، تم بس وقت پر آ جانا۔

ہیزل نے بھی اس بات پر ہامی بھر لی. اور یوں طے ہوا کہ دونوں لڑکیاں پہلے روانہ ہوں گی، جبکہ آہان اپنا کام ختم کرکے بعد میں انہیں جوائن کرے گا۔

تھوڑی ہی دیر بعد راہا اور ہیزل وہاں پہنچ چکی تھیں۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

جیسے ہی انہوں نے فوڈ اسٹال کے قریب قدم رکھا، راہا کی آنکھوں میں ہمیشہ والی چمک لوٹ آئی۔

آخر وہ صرف کھانا کھانے نہیں آئی تھی۔

وہ ایک بلاگر تھی، اور اس کے لیے ہر نئی جگہ، ہر نیا ذائقہ، ہر چھوٹی سی کہانی ایک نئے بلاگ کا حصہ بن سکتی تھی۔

اس نے بیگ سے فوراً اپنا کیمرہ اور موبائل نکالا، مختلف اینگلز سے ویڈیوز بنانا شروع کر دیں۔

کبھی اسٹال کے اوپر لگے پرانے مگر خوبصورت بورڈ کی ویڈیو، کبھی تیز آنچ پر پکنے والے کھانوں کی، کبھی مصالحوں سے اٹھتی بھاپ کی، تو کبھی اردگرد بیٹھے لوگوں کی خوش گپیوں کی۔

ہیزل، ذرا ادھر کھڑی ہونا ہاں، ایسے! راہا نے کیمرہ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ یہ شاٹ بہت اچھا آئے گا۔

ہیزل ہلکا سا ہنس دی۔ لیکن یاد ہے نا میں بیچ میں نا آؤں۔

نہیں تم نہیں آؤ گی میں بس تمہارے ہاتھ کو بیچ میں لا کر ایک شاٹ لوں گی۔

تمہارا تو ہر وقت شوٹ ہی چلتا رہتے۔ ہیزل کو صرف کھانے سے مطلب تھا ۔

کانٹینٹ کبھی بھی مل سکتا ہے۔ راہا نے آنکھ دباتے ہوئے جواب دیا۔ بس نظر ہونی چاہیے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔

اکثر وہ جان بوجھ کر ایسی جگہوں کا انتخاب کرتی تھی جہاں عام لوگ کم جاتے تھے۔

بڑے بڑے، مشہور ریسٹورنٹس کے بجائے اسے چھوٹے فوڈ اسٹال، گلی محلوں کی دکانیں اور برسوں پرانے خاندانی کاروبار زیادہ پسند تھے۔

اس کا ماننا تھا کہ شہرت صرف ان لوگوں کا حق نہیں جو پہلے ہی مشہور ہوں۔

کبھی کبھی کسی ایک اچھی ویڈیو، کسی ایک ایماندار ریویو یا کسی ایک وائرل بلاگ سے بھی کسی کی قسمت بدل سکتی ہے۔

اسی سوچ نے اسے بہت سے ایسے لوگوں تک پہنچایا تھا جن کے ہاتھوں میں ہنر تو بے مثال تھا، مگر قسمت نے انہیں لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھا ہوا تھا۔

آج یہاں آنے کے پیچھے بھی اس کا یہی مقصد تھا۔

چند دن پہلے اس کی نظر سوشل میڈیا پر ایک مختصر سی ویڈیو پر پڑی تھی، جس میں یہی بزرگ انکل اپنے اسٹال پر خاموشی سے کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔

ویڈیو میں نہ کوئی ڈرامائی موسیقی تھی، نہ کسی قسم کی جذباتی اپیل، بس ایک بوڑھا شخص، جو شاید برسوں سے ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے کھانا بنا رہا تھا۔

اس ویڈیو نے نہ جانے کیوں راہا کے دل کو چھو لیا تھا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

اسی لمحے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ یہاں ضرور آئے گی، نہ صرف کھانا کھانے بلکہ اپنے بلاگ کے ذریعے اس چھوٹے سے کاروبار کو بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرے گی۔

آخر ہماری راہا ایسی ہی تو تھی۔

دل کی حد سے زیادہ نرم، دوسروں کی خوشی میں اپنی خوشی ڈھونڈ لینے والی، اور جہاں اسے لگتا کہ وہ کسی کے لیے معمولی سا فرق بھی پیدا کر سکتی ہے، وہاں بنا سوچے سمجھے پہنچ جاتی تھی۔

اس کی یہی بےلوث نیکی کبھی لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ لے آتی تھی اور کبھی یہی عادت اسے ایسے حالات میں لا کھڑا کرتی تھی جن کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا تھا۔

آج بھی اس کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

حالانکہ وہ پچھلے دو تین سال سے باقاعدگی سے بلاگز بنا رہی تھی۔

نہ جانے کتنی گلیاں، بازار، کیفے، فوڈ اسٹریٹس اور چھوٹے بڑے فوڈ اسٹالز گھوم چکی تھی، مگر کبھی کسی نے اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔

زیادہ سے زیادہ لوگ کیمرہ دیکھ کر مسکرا دیتے، ہاتھ ہلا دیتے یا پھر ہنس کر منع کر دیتے کہ انہیں ویڈیو میں شامل نہ کیا جائے۔

لیکن آج

آج معاملہ بالکل مختلف تھا۔

شاید اسی لیے اسے ذرہ برابر بھی اندازہ نہیں تھا کہ چند لمحوں بعد اس کے ساتھ ایسا کچھ ہونے والا ہے۔

وہ پوری دلجمعی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

کبھی اسٹال پر پکنے والے کھانے کی ویڈیو بناتی، کبھی بڑے بڑے برتنوں سے اٹھتی بھاپ کو کیمرے میں قید کرتی، تو کبھی بوڑھے انکل کے تجربہ کار ہاتھوں کو، جو برسوں کی مشقت کے باوجود آج بھی اسی مہارت سے کام کر رہے تھے۔

دوسری طرف ہیزل ایک پرانی سی کرسی پر خاموشی سے بیٹھی اردگرد کا منظر دیکھ رہی تھی۔

لوگوں کو غور سے دیکھنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا ۔

کون کس انداز سے چلتا ہے، کس کے چہرے پر کیسا تاثر ہے، کون خوش ہے، کون پریشان، کون بناوٹی مسکرا رہا ہے اور کون دل سے

وہ لاشعوری طور پر ہر شخص کا تجزیہ کرنے لگتی تھی۔

لوگوں کے رویوں کو سمجھنا، ان کی نفسیات پر غور کرنا، ان کے تاثرات پڑھنا یہی اس کی سب سے پسندیدہ مشغولیت تھی۔

اسی وجہ سے آہان اور راہا اکثر اس کا مذاق اڑاتے رہتے تھے۔

کبھی اسے "ماہرِ نفسیات" کہتے، تو کبھی ہنستے ہوئے "بوڑھی روح" کا خطاب دے دیتے، کیونکہ ان کے مطابق ہیزل چند لمحوں میں ہی کسی بھی انسان کے بارے میں رائے قائم کر لیتی تھی۔

اور عجیب بات یہ تھی کہ اکثر اس کی رائے صحیح بھی نکلتی تھی۔

ادھر راہا اپنی شوٹنگ میں اتنی مگن تھی کہ اسے احساس ہی نہ ہوا کب بوڑھے انکل کی نظریں مسلسل اس پر جم گئی تھیں۔

شروع میں انہوں نے کئی لمحوں تک اسے نظر انداز کیا۔

وہ خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے، جیسے خود کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

مگر پھر اچانک

وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھے اور تیز قدموں سے راہا کی طرف بڑھے۔

اس سے پہلے کہ راہا کچھ سمجھ پاتی، انہوں نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے کیمرہ چھین لیا۔

اے لڑکی! ان کی گرج دار آواز پورے اسٹال پر گونجی۔ اگر کھانا کھانے آئی ہے تو آرام سے کھا ورنہ یہاں سے چلتی بن۔

راہا نے حیرت سے پہلے اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا، پھر انکل کے غصے سے سرخ چہرے کو۔

ان کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ شدید غصے میں تھے، اور اگر راہا نے مزید ضد کی یا بحث کرنے کی کوشش کی تو بعید نہیں تھا کہ وہ اسے ایک تھپڑ بھی رسید کر دیتے۔

لیکن کیوں انکل؟ راہا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ میں تو صرف ویڈیو بنا رہی تھی وہ بھی آپ کے لیے۔

میں نے کہا نا، مجھے نہیں بنوانی کوئی ویڈیو۔

انہوں نے اس کی بات درمیان ہی میں کاٹ دی۔

"سمجھ نہیں آتی ایک بار میں؟"

ان کی آواز پہلے سے بھی زیادہ بلند ہو گئی۔

راہا ایک لمحے کے لیے سہم گئی۔

"انکل، میری بات تو"

"کوئی بات نہیں سننی مجھے"

انہوں نے دوبارہ اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔

ادھر ہیزل بھی جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ آخر چند سیکنڈ میں یہ سب کیا ہو گیا۔

وہ کبھی راہا کو دیکھتی، کبھی انکل کو۔

اور عین اسی لمحے

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

"ارے ارے، انکل! رکیے رکیے، کیا ہوا؟"

آہان تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچا۔

شاید وہ دور سے ہی شور سن چکا تھا۔

انکل نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"اس لڑکی کو لے اور یہاں سے نکل جا"

پھر انہوں نے انگلی راہا کی طرف کرتے ہوئے کہا

اور دوبارہ ادھر نظر نہ آؤ تم لوگ۔

یوں بے چارے آہان کو بھی بغیر کسی قصور کے ڈانٹ سننی پڑ گئی۔

ہیزل اب بھی حیرت سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

زندگی میں پہلی بار ان تینوں کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔

آہان نے بحث کرنے کے بجائے حالات کو سنبھالنا بہتر سمجھا۔

"ٹھیک ہے، انکل۔"

اس نے نہایت نرمی سے کہا۔

"آپ ہمارا کیمرہ دے دیجیے ہم ابھی جا رہے ہیں۔"

خوش قسمتی سے انکل نے مزید کچھ کہے بغیر کیمرہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

آہان نے ایک ہاتھ سے ہیزل کا ہاتھ پکڑا، دوسرے ہاتھ سے راہا کا، اور دونوں کو لے کر نکل آیا۔

کافی دور آنے کے بعد اسے ایک چھوٹی سی دکان کے باہر خالی کرسیاں نظر آئیں۔

اس نے دونوں کو وہاں بٹھایا۔

پھر سامنے والی دکان سے ٹھنڈے پانی کی تین بوتلیں خرید لایا۔

اسے معلوم تھا، دونوں بری طرح گھبرا چکی تھیں۔

اس نے خاموشی سے دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک بوتل تھما دی۔

راہا اور ہیزل نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور تقریباً ایک ہی سانس میں آدھی بوتل خالی کر دی۔

چند لمحے بعد راہا نے گہرا سانس لیا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

"آہان..." اس نے آہستہ سے کہا، "میں تو واقعی ڈر گئی تھی۔"

اس کے چہرے کی حالت ہی بتا رہی تھی کہ وہ صرف کہہ نہیں رہی، حقیقت میں بری طرح خوفزدہ ہو چکی تھی۔

وہ تقریباً رونے والی شکل بنائے آہان کو دیکھ رہی تھی۔

آہان ہلکا سا مسکرایا۔

"کچھ نہیں ہوتا۔"

اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اس طرح کے کاموں میں کبھی کبھار ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں۔ ہر کوئی ایک جیسا نہیں ہوتا۔

اس نے جان بوجھ کر معاملے کو معمولی بنا کر پیش کیا تاکہ دونوں کا ڈر کچھ کم ہو جائے۔

پھر اس نے دونوں کو باری باری دیکھا اور قدرے سنجیدہ لہجے میں بولا

اور آئندہ!

اس نے انگلی اٹھائی۔

"میرے بغیر تم دونوں کہیں نہیں جاؤ گی۔"

اس لمحے اس نے وہی بڑے کزن والا انداز اختیار کیا جس میں حکم بھی تھا اور فکر بھی۔

راہا نے فوراً گردن ہلا دی۔

"ہاں اب ایسا ہی ہوگا۔"

ہیزل نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

اس دن کے بعد راہا کے دل میں اس واقعے کا خوف کہیں نہ کہیں بیٹھ گیا تھا۔

اگر دوبارہ کوئی ایسی صورتحال بنی، تو آہان کا ساتھ ہونا برا بھی نہیں تھا۔

"نہیں، تم فکر مت کرو۔"

ہیزل نے نرمی سے راہا کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے تسلی دیتے ہوئے بولی

ویسے بھی ہم بس کھانا کھانے جا رہے ہیں۔ آج ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔

اس کی بات میں عجیب سا اعتماد تھا، جس نے راہا کے دل کا بوجھ کچھ ہلکا کر دیا۔

آخرکار اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا دیا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

"چلو پھر"

ہیزل نے کہا تو دونوں ایک ساتھ مڑیں اور فوڈ اسٹال کی طرف بڑھ گئیں۔

راہا اور ہیزل دونوں کزنز تھیں۔

ہیزل راہا کے ماموں کی بیٹی تھی۔
گھروں کا قریب ہونا، پھر اسکول اور بعد ازاں کالج بھی ایک ہی
ہونا، ان کی دوستی کو بچپن ہی سے مضبوط بنا چکا تھا۔

وقت کے ساتھ ان کا رشتہ صرف کزنز کا نہیں بلکہ بہترین دوستوں کا بھی بن گیا تھا۔

پورے خاندان کو معلوم تھا کہ دونوں کی جان ایک دوسرے میں بستی ہے۔
جہاں ان میں سے ایک موجود ہوتی، وہاں دوسری کا ہونا تقریباً یقینی سمجھا جاتا تھا۔

راہا اپنے گھر کی چھوٹی اور لاڈلی اولاد تھی۔

ایک بڑا بھائی تھا، بس یہی اس کا چھوٹا سا خاندان تھا۔
گھر کی سب سے لاڈلی ہونے کی وجہ سے اسے ہر طرح کی آزادی، سہولتیں اور اپنے شوق پورے کرنے کے مواقع میسر تھے۔

پڑھائی سے اسے کبھی خاص دلچسپی نہیں رہی، اسی لیے اس کی
توجہ کتابوں سے زیادہ دنیا گھومنے، نئی جگہیں دیکھنے اور اپنے شوق پورے کرنے میں رہتی تھی۔

اس کے برعکس ہیزل اپنے تین بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی۔ بڑی اولاد ہونے کی وجہ سے ذمہ داری، سنجیدگی اور سمجھداری جیسے اوصاف اس کی شخصیت کا حصہ بن چکے تھے۔

وہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرتی، منصوبہ بندی اس کی عادت تھی، جبکہ راہا لمحے کی خوشی میں جینے والی، بےفکر اور قدرے لاپرواہ مزاج کی مالک تھی۔

شاید یہی فرق ان کی دوستی کو اور بھی خوبصورت بناتا تھا۔
جہاں راہا کی بےساختگی ہیزل کے چہرے پر مسکراہٹ لے آتی، وہیں ہیزل کی سمجھداری ہر مشکل میں راہا کا سہارا بن جاتی۔

ہیزل، راہا کی طرح بلاگ تو نہیں بناتی تھی، مگر کسی بھی نئی جگہ جانے کا منصوبہ ہمیشہ اسی کا ہوتا تھا۔
راہا تو کئی بار اس کے پلان سن کر حیران رہ جاتی۔
ایسا لگتا تھا جیسے لاہور کا نقشہ اس کے ذہن میں نقش ہو۔

لاہور کی شاید ہی کوئی گلی، بازار یا فوڈ اسپاٹ ایسا بچا ہو جہاں وہ دونوں نہ گئی ہوں۔
اگر ہیزل کو شہر کے کسی دور دراز کونے میں بھی کسی لذیذ کھانے کی خبر مل جاتی، تو اگلے ہی دن وہ راہا کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ جاتی۔

آخر لاہور والے ہوں اور کھانے کے شوقین نہ ہوں، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

وہ دونوں کالج کے آخری سال میں تھیں۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

اگلے دن ان کا ایک نہایت اہم ٹیسٹ تھا، مگر اس وقت دونوں ٹیسٹ کی فکر چھوڑے رائیونڈ صرف ایک مشہور کھانے کا ذائقہ چکھنے جا رہی تھیں۔

فرق صرف اتنا تھا کہ ہیزل کو ٹیسٹ کی پوری تیاری تھی، جبکہ راہا نے حسبِ معمول نہ تو تیاری کی تھی، نہ ہی کرنے کا کوئی ارادہ تھا۔

اسی لیے کالج ختم ہوتے ہی دونوں وہاں سے ایسے غائب ہوئی تھیں جیسے ان کا اگلے دن کسی امتحان سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

ان دونوں کی زندگی کا تیسرا اہم کردار آہان تھا۔

ہیزل کے والد دو بھائی اور ایک بہن تھے۔

اس کے تایا کے تین بچے تھے۔

آہان اپنے گھر کا مڈل چائلڈ تھا، اور شاید اسی لیے اس کے اندر مڈل چائلڈ والی ساری خصوصیات بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

نہ وہ بڑے بچوں کی طرح ہر وقت ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبا رہتا تھا، نہ ہی چھوٹوں کی طرح ہر بات پر لاڈ اٹھوایا کرتا تھا۔ اسے بچپن ہی سے اپنے مسائل خود حل کرنے کی عادت پڑ گئی تھی، اسی لیے حاضر جواب، خودمختار اور تھوڑا سا باغی مزاج بھی تھا۔

گھر میں جب کبھی کسی شرارت کا ذمہ دار ڈھونڈا جاتا تو شک کی سوئی اکثر اسی پر آ کر رکتی، حالانکہ کئی بار قصور اس کا ہوتا بھی نہیں تھا۔

البتہ اس کی ایک خوبی ایسی تھی جس کی وجہ سے گھر والے اکثر اس کی شرارتوں سے درگزر کر جاتے تھے۔

وہ پڑھائی میں بےحد اچھا تھا۔

اسی لیے اسے کئی معاملات میں خاصی رعایت حاصل تھی، اور ان سب میں سب سے بڑی رعایت گھر سے باہر آنے جانے کی آزادی تھی۔

بس پھر کیا تھا، وہ بھی اس آزادی کا پورا پورا فائدہ اٹھاتا اور زیادہ تر اپنا وقت راہا اور ہیزل کے ساتھ نئی جگہیں گھومنے اور نت نئے کھانے تلاش کرنے میں گزار دیتا۔

عمر میں وہ بھی ہیزل اور راہا کا ہم عمر تھا، اسی لیے بچپن ہی سے ان تینوں کی خوب بنتی تھی۔

آہان صرف ان کا بہترین دوست ہی نہیں بلکہ ان کا ٹریول پارٹنر بھی ہوتا تھا۔
کھانے پینے کا شوق ان تینوں میں مشترک تھا، مگر آہان کا معاملہ سب سے الگ تھا۔

آرڈر تو زیادہ تر ہیزل اور راہا کرتی تھیں، مگر وہ دونوں صرف ہر ڈش کا ذائقہ چکھتیں، جبکہ باقی سارا کھانا آہان میرگان مزے سے ختم کر دیتا۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ اسے دیکھ کر کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا کہ وہ اتنا کھاتا ہوگا۔

دبلا پتلا، شوخ و چنچل سا لڑکا، جسے دیکھ کر ہر کوئی یہی سمجھتا کہ اتنے سارے کھانے یقیناً ہیزل اور راہا نے کھائے ہوں گے۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

کچھ ہی عرصے بعد ان تینوں کے بارہویں جماعت کے بورڈ کے امتحانات تھے۔

ادھر آہان اور ہیزل کے درمیان ہمیشہ کی طرح نمبر ون آنے کی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔

دونوں نے باقاعدہ شرط لگا رکھی تھی کہ اس بار دیکھا جائے گا، ان دونوں میں سے زیادہ نمبر کون لے کر آتا ہے۔

دونوں اپنی اپنی تیاری میں اس قدر مصروف تھے جیسے امتحان نہیں، کوئی عالمی مقابلہ ہونے والا ہو۔

اور دوسری طرف راہا تھی۔

جس کی پوری توجہ صرف ایک ہی مقصد پر مرکوز تھی۔

"مجھے بس اتنا بتا دو کہ پاس کیسے ہونا ہے۔"

جب بھی ہیزل یا آہان پڑھنے بیٹھتے، وہ بھی لپ ٹاپ کھول کر ان کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ کتابیں نہیں، گوگل کھولتی تھی۔

اگر آج کل کوئی اس کی سیرچ ہسٹری دیکھ لیتا تو شاید ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتا۔

پریشانی میں پاس کیسے ہوں؟

ایک ہفتے میں ٹاپ کیسے کریں؟

امتحان میں آنے والے اہم سوالات۔

کتنے نمبر لینے سے طالب علم پاس ہو جاتا ہے؟

روزانہ کم از کم کتنے گھنٹے پڑھوں کہ صرف پاس ہو جاؤں؟

اگلے ایڈمیشن کے لیے کم از کم کتنے نمبر چاہییں؟

ماں باپ کا نام بنا پڑھے کیسے روشن کریں ۔

پڑھائی کرنے کے تین ہیک۔

فیل ہونے والے کے کتنے نمبر ہوتے ہیں تاکہ میں اس سے زیادہ لے آؤں؟

پھر اس کے بعد سیرچز کا رخ کچھ زیادہ ہی خطرناک ہو جاتا۔

چیٹنگ کے کتنے طریقے ہیں؟

سب سے محفوظ چیٹنگ کون سی ہے؟

کون سی چیٹنگ میں پکڑے جانے کے امکانات کم ہوتے ہیں؟

اگر امتحان سے معطل کر دیا جائے تو دوبارہ کب امتحان دے سکتے ہیں؟

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

نگران ٹیچر سے مدد کیسے لی جائے؟

ایسا معصوم چہرہ کیسے بنایا جائے کہ لوگ ترس کھا کر جواب بتا دیں؟

ایک دن وہ حسبِ معمول اپنا لپ ٹاپ اٹھائے ہیزل کے پاس آ بیٹھی۔

ہیزل... پلیز میری مدد کرو نا۔ میں اس بار واقعی فیل ہو جاؤں گی۔"

ہیزل نے کتاب سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم کبھی فیل ہوئی ہو میرے ہوتے ہوئے؟"

راہا نے فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں..."

تو پھر اس بار بھی نہیں ہوگی۔"
آؤ، میں تمہیں پچھلے سالوں کے پیپرز نکال کر دیتی ہوں۔ کم از کم یہ تو پڑھ لو، آرام سے پاس ہو جاؤ گی۔

راہا نے گہرا سانس لیا۔

اگر میں نے اُس وقت تمہاری بات مان کر گھومنے پھرنے کے بجائے پڑھ لیا ہوتا نا تو آج میں بھی ٹاپ کر رہی ہوتی۔

ہیزل ہنس پڑی۔

"نہیں بہن تمہارا تب بھی یہی حال ہونا تھا۔
اچھا، ذرا لپ ٹاپ دو۔
ہیزل نے اس سے لیپ ٹاپ لے کر اپنے سامنے رکھا اور جلدی سے گوگل کھولا۔

ہیزل نے جیسے ہی سیرچ بار پر کلک کیا، راہا کی پوری سیرچ ہسٹری اس کے سامنے آ گئی۔

چند لمحے وہ خاموشی سے اسکرین کو دیکھتی رہی۔

پھر آہستہ آہستہ اپنی نظریں راہا کی طرف اٹھائیں۔

راہا پوری معصومیت سے بتیسی نکالے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ہیزل نے ایک ایک سیرچ دوبارہ پڑھی، پھر ماتھے پر ہاتھ مار لیا۔

راہا تم نے پڑھائی سے زیادہ محنت تو پاس ہونے کے شارٹ کٹس ڈھونڈنے میں کی ہے۔

راہا نے فوراً اپنا دفاع کیا۔

میں نے غلط کیا کیا ہے؟ میں تو صرف پاس ہونے کے طریقے ڈھونڈ رہی تھی۔

اس کے چہرے پر شرمندگی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

آخر چور بھی وہی ہوتا ہے جو چوری پکڑے جانے پر شرمندہ ہو۔

راہا تو وہ چور تھی جس کی چوری رنگے ہاتھوں پکڑی گئی تھی، مگر وہ اب بھی پورے اعتماد سے یہی ثابت کرنے میں لگی ہوئی تھی کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا۔

راہا تمہارا کیا بنے گا؟" ہیزل نے بےبسی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

راہا نے فوراً ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

وہی تو اب مجھے واقعی فکر ہو رہی ہے۔

میں سوچ رہی ہوں، اگر میں فیل ہو گئی تو میرا کیا بنے گا؟ تم اور آہان تو یونیورسٹی چلے جاؤ گے، اور لوگ مجھے کیا کہیں گے؟

لوزر

اس نے اتنی معصوم اور افسردہ شکل بنائی کہ جیسے واقعی اسے فیل ہونے کا شدید صدمہ ہو۔

حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔

اسے پورا یقین تھا کہ کچھ نہ کچھ جتن کر کے وہ پاس تو ہو ہی جائے گی۔

.ویسے بھی اس کی زندگی کا سب سے بڑا تعلیمی مقصد کبھی ٹاپ کرنا نہیں رہا تھا
صرف پاس ہونا ہی اس کی کامیابی تھی۔
اگر پڑھائی کا واقعی اتنا ہی غم ہوتا تو وہ کب کی سنجیدہ ہو چکی ہوتی۔

"تم دونوں لپ ٹاپ میں کیا دیکھ رہی ہو؟"

اتنے میں پیچھے سے آہان کی آواز آئی۔

ہاں اسی کی تو کمی تھی۔ راہا کا اسے دیکھ کر منہ تک کڑوا ہو چکا تھا۔

تینوں کے گھر ایک ہی گلی میں تھے، اس لیے امتحانوں کے دنوں میں ان کا مستقل ٹھکانہ ہیزل کا کمرہ ہی ہوتا تھا۔

وجہ بھی بڑی دلچسپ تھی۔

آہان کو اپنا کمرہ بےحد عزیز تھا۔

وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ راہا وہاں آ کر کتابوں سے زیادہ چپس کے پیکٹ، جوس کے ڈبے اور اپنا سارا سامان پھیلا دے۔

اور رہی بات راہا کے کمرے کی----

تو وہاں جا کر پڑھنے کا مطلب تھا، پڑھائی سے پہلے ہی نیند آ جانا۔

اس کا پورا کمرہ گلابی رنگ، نرم نرم کشن، فیری لائٹس اور خوبصورت پینٹنگز سے بھرا ہوا تھا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

لیکن سب سے خطرناک چیز اس کی دیواروں پر لگے ہوئے وہ جملے تھے، جو کسی بھی محنتی طالب علم کا حوصلہ چند سیکنڈ میں توڑ سکتے تھے۔

"پڑھائی کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"آخر سب نے قبر میں ہی جانا ہے۔"

"جو ٹاپ کرے گا، وہ بھی قبر میں جائے گا۔"

"جو فیل ہوگا، وہ بھی قبر میں جائے گا۔"

"تو پھر اتنی ٹینشن کس بات کا؟"

وہ کمرہ پڑھائی کے لیے نہیں، بلکہ موٹیویشن ختم کرنے کے لیے بہترین جگہ تھا۔

اسی لیے امتحانوں کے دنوں میں تینوں ہیزل کے کمرے پر قبضہ جما لیتے تھے۔

اس وقت بھی صبح صبح ناشتے کے فوراً بعد آہان وہاں پہنچ گیا تھا۔

اس نے دیکھا، ہیزل اور راہا بیڈ پر بیٹھی ہیں، اور راہا حسبِ معمول پوری بتیسی نکالے ہیزل کو گھور رہی ہے۔

"کیا ہوا؟ تم دونوں ایسے کیوں بیٹھی ہو؟"

ہیزل نے راہا کی طرف دیکھا، پھر لپ ٹاپ اٹھا کر آہان کی طرف بڑھا دیا۔

"آؤ تم بھی دیکھ لو، جو میں دیکھ چکی ہوں۔"

آہان نے لپ ٹاپ ہاتھ میں لیا اور سیرچ ہسٹری پڑھنا شروع کی۔

ایک سرچ پڑھتا

اور قہقہہ لگا دیتا۔

دوسری پڑھتا

تو ہنسی روکنا مشکل ہو جاتا۔

"یہ کیا ہے، راہا؟"

"چیٹنگ کے سب سے محفوظ طریقے؟"

"نگران ٹیچر سے مدد کیسے لی جائے؟"

"ترس کھا کر جواب کیسے دلوائیں؟"

وہ ہنستے ہنستے دوہرا ہو گیا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

"تم نے یہ سب واقعی سیرچ کیا تھا؟"

راہا نے پورے اعتماد سے کندھے اچکائے۔

ہاں، کیا ہوا؟ میں نے کیا کوئی غلط کام کیا ہے؟ پاس ہونا کوئی گناہ ہے کیا؟ یا تم دونوں نہیں چاہتے کہ میں پاس ہوں؟

آہان نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا

پاس تو ہو جانا، ہمیں اس سے کوئی مسئلہ نہیں لیکن ایسے کون پاس ہوتا ہے؟

راہا نے فوراً منہ بنا لیا۔

ہو گیا تمہارا۔

تم دونوں رہنے دو۔

تم لوگوں کو زیادہ آتا ہے نا، اسی لیے میری بےعزتی کر رہے ہو۔ ذرا تم میں سے بھی کوئی میرے جیسا کم پڑھنے والا ہوتا، پھر پوچھتی۔

پھر اس نے انتہائی سنجیدگی سے اپنا فلسفہ پیش کیا۔

اب میری کیا غلطی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پڑھائی کی طرف تھوڑا کم رجحان دیا ہے؟ میں تو کوشش کرتی ہوں اب اگر مجھ سے پڑھا ہی نہیں جاتا تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟

یہ کہتے ہوئے وہ گویا دنیا بھر کے ان طالب علموں کی نمائندگی کر رہی تھی، جنہیں کتاب کھولتے ہی نیند آنے لگتی تھی۔

آہان نے ہیزل کی طرف دیکھا، پھر مصنوعی سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"ہاں ہاں تمہاری تو کوئی غلطی نہیں ہے۔"

ہیزل نے فوراً بات مکمل کی۔

غلطی تو ہماری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پڑھنے والا دماغ دے دیا ہے نا؟

راہا نے بڑے اطمینان سے سر ہلایا۔

"بالکل! آخر سمجھ تو آئی تم دونوں کو۔"

اچھا، تم فکر مت کرو۔" ہیزل نے لپ ٹاپ بند کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے لیے کچھ اہم سوال نکال دیتی ہوں۔ تم بس وہی اچھی طرح پڑھ لینا، ان شاء اللہ آرام سے پاس ہو جاؤ گی۔"

راہا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"سچ میں؟"

ہاں، سچ میں۔"
اور پلیز، آئندہ اس قسم کی سیرچز کرنے کے بجائے وہی پڑھنا جو میں تمہیں بتاؤں۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

"ہاں بابا، وہی پڑھوں گی۔ اب ایسے بھی نہ کہو۔"

ہیزل نے پچھلے سالوں کے پرچے دیکھ کر چند اہم سوال نکالے اور راہا کے سامنے رکھ دیے، پھر خود ایک طرف بیٹھ کر پوری دلجمعی سے پڑھنے لگی، جیسے آج میدانِ جنگ فتح کیے بغیر اٹھنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

آہان بھی اسٹڈی ٹیبل پر اپنی کتابیں اور لیپ ٹاپ پھیلا کر پڑھائی میں مصروف ہو گیا۔

ان دونوں کا ارادہ شام تک اپنی جگہ سے نہ اٹھنے کا تھا۔

مگر ابھی تین گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ خاموشی کو راہا کی آواز نے توڑ دیا۔

"یار مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

آہان نے کتاب سے نظریں اٹھا کر گھڑی دیکھی۔

"ابھی صرف دو گھنٹے پہلے ہی تو ناشتہ کیا ہے تم نے۔"

"تو کیا ہوا؟ دو گھنٹے میں کسی کو بھوک نہیں لگ سکتی؟"

"انسانوں کو تو نہیں لگتی۔"

آہان کی طرف سے فوری جواب آیا۔

ہیزل بھی مسکرا دی۔

"میں بھی یہی کہنے والی تھی۔"

راہا نے فوراً آنکھیں پھیلا دیں۔

"اچھا! یعنی تم دونوں کہنا چاہتے ہو کہ میں انسان نہیں ہوں؟"

آہان نے ہنسی روکتے ہوئے کہا

"مجھے تو کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

بس رہنے دو۔ تم دونوں نے کچھ کھانا ہے؟ ساتھ ہی ان سے بھی پوچھ لیا گویا احسان کیا۔

دونوں نے بیک وقت نفی میں سر ہلا دیا۔

وہ جانتے تھے اگر ذرا سی بھی ہامی بھر دی تو اگلے پانچ منٹ میں راہا انہیں بھی باہر کھانا کھلانے لے جا رہی ہوگی۔

اچھا، میں نیچے جا رہی ہوں۔ ممانی سے کہتی ہوں کچھ ہلکا پھلکا بنا دیں۔

یہ کہہ کر وہ نہایت معصوم سی شکل بنائے کمرے سے نکل گئی۔

البتہ جاتے ہوئے بھی وہ دروازہ بند کر کے نہیں گئی تھی۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

یہ ان کا آپس کا فیصلہ تھا جب آہان بھی ان کے ساتھ ہوتا وہ کمرے کا دروازہ بند نہیں کرتے تھے۔

اس کے جاتے ہی آہان اور ہیزل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور زور سے ہنس پڑے۔

وہ دونوں اچھی طرح جانتے تھے کہ راہا کے نزدیک "ہلکا پھلکا" کھانے کا مطلب ایک پلیٹ بریانی سے کم ہرگز نہیں ہوتا۔

اور بریانی بھی ایسی ویسی نہیں۔

سلاد، رائتہ اور ٹھنڈی بوتل کے ساتھ۔
ان کے بغیر تو ان کے گھر میں بریانی پیش ہی نہیں کی جاتی تھی۔

ان کے خاندان کا اصول تھا کہ اگر بریانی بن رہی ہے تو اس کے تمام لوازمات بھی ساتھ ہوں گے، ورنہ بریانی کی توہین شمار ہوگی۔

راہا کو بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ آج ممانی نے بریانی بنانے والی ہیں۔

خوشبو کافی دیر پہلے ہی سے اوپر تک پہنچ چکی تھی۔

اسی خوشبو نے اسے "بھوک" کا احساس دلایا تھا۔

ادھر ہیزل اور آہان پوری لگن سے مزید چار گھنٹے پڑھتے رہے، جبکہ راہا واپس اوپر آئی ہی نہیں۔

چار گھنٹے بعد جب دونوں کو بھی بھوک محسوس ہوئی تو وہ نیچے آئے۔

ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تو منظر دیکھ کر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

راہا میڈم بڑے آرام سے صوفے پر بیٹھی تھیں۔

ساتھ ہیزل کے دونوں چھوٹے بہن بھائی بھی موجود تھے، اور تینوں پوری دلچسپی سے نیٹ فلکس پر فلم دیکھ رہے تھے۔

صرف فلم ہی نہیں

بلکہ اس پر ایسے تبصرے بھی کر رہے تھے جیسے اگلے دن کے امتحان میں اسی فلم پر سوال آنے والے ہوں۔

سچ تو یہ تھا کہ اگر امتحان فلمیں دیکھنے پر ہوتا تو راہا ہر بار ٹاپ کرتی۔

وہ فلم اس طرح دیکھتی تھی جیسے کوئی محقق کسی تاریخی دستاویز کا مطالعہ کر رہا ہو۔

دس سال بعد بھی اگر اس سے پوچھ لیا جاتا کہ فلاں فلم میں کیا ہوا تھا، تو وہ پورا منظر لفظ با لفظ سنا دیتی۔

ہیرو نے کون سی شرٹ پہنی تھی، کس سین میں بدلی تھی، ہیروئن نے کس رنگ کا جوڑا پہنا تھا، کب روئی تھی، کب ہنسی تھی، حتیٰ کہ ہنستے وقت اس کے کون سے دانت نظر آئے تھے۔

ہر چھوٹی سے چھوٹی تفصیل اسے ازبر ہوتی۔

اسی انہماک سے وہ اس وقت بھی فلم میں مگن تھی۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

کچن سے ممانی کی آواز آئی۔

"کھانا تیار ہے، اوپر سے ہیزل اور آہان کو بھی بلا لو"

مگر انہیں بلانے کی ضرورت ہی نہ پڑی، کیونکہ وہ دونوں خود ہی نیچے آ چکے تھے۔

اب وہ دونوں خاموشی سے راہا کے سر پر کھڑے تھے۔

راہا نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں۔

سب سے پہلے اسے ان دونوں کے جوتے نظر آئے۔

پھر اس نے دھیرے سے سر اوپر کیا اور معصوم سی مسکراہٹ لبوں پر سجا لی۔

وہ میں نے سوچا تھا کہ جب تک بریانی تیار ہوتی ہے، تھوڑا سا آرام کر لوں۔

پھر بڑے اعتماد سے بولی۔

آخر پڑھائی کے لیے آرام بھی تو ضروری ہوتا ہے نا۔
اگر انسان پڑھنے سے پہلے ریسٹ نہ کرے تو اچھے سے پڑھ بھی نہیں پاتا۔

تم دونوں کو تو پتا ہی ہے۔

وہ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے خود پر اس قدر فخر محسوس کر رہی تھی کہ جیسے کوئی بہت بڑا علمی نکتہ بیان کر دیا ہو۔

آہان اور ہیزل تو خاموش کھڑے اسے گھور رہے تھے۔

مگر ہیزل کے دونوں چھوٹے بہن بھائی اس کی بات سنتے ہی تالیاں بجا کر ہنسنے لگے۔

آپی! آپ نے تو کتاب کھولی بھی نہیں، پھر آرام کس چیز کا کر رہی تھیں؟

اس سوال پر راہا نے فوراً ناک چڑھائی۔

"ذہنی تیاری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ تم لوگ نہیں سمجھو گے"

ہاں، وہ دونوں تو نہیں سمجھیں گے لیکن تم تو سمجھ جاؤ گی نا؟ آہان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے، اب آ جاؤ دونوں۔ کھانا کھا لیتے ہیں، پھر ہمیں پڑھنا بھی ہے۔

یہ سنتے ہی راہا بجلی کی سی تیزی سے صوفے سے اٹھی اور سیدھا ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔

جا کر سب سے پہلے اپنی کرسی سنبھالی اور پھر دونوں کو گھورتے ہوئے بولی۔

اب جلدی بھی آ جاؤ۔ کیا میرا منہ دیکھ رہے ہو؟ کھانا کھانے میں ہی اتنا وقت لگا دو گے تو پھر پڑھنے کا وقت کب ملے گا؟

اس کی بات سن کر آہان اور ہیزل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

"یہ ہمیں کہہ رہی ہے؟"

دونوں نے بے اختیار سر ہلا دیا۔

"اس کا تو واقعی کچھ نہیں ہو سکتا۔"

آہان بھی جا کر راہا کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا، جبکہ ہیزل کچن میں چلی گئی تاکہ شیریں صاحبہ کا ہاتھ بٹا سکے۔

کچن میں داخل ہوتے ہی خوش ذائقہ بریانی کی مہک نے اس کا استقبال کیا۔

"امی بہت ہی مزے کی خوشبو آ رہی ہے"

شیریں صاحبہ مسکرا دیں۔

ابھی تو تم نے چکھی بھی نہیں، اور ابھی سے تعریفیں شروع ہو گئیں؟

ہیزل نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا

امی، کھائے بغیر بھی بتا سکتی ہوں کہ پورے خاندان میں آپ سے اچھی بریانی کوئی نہیں بنا سکتا۔

شیریں صاحبہ نے ہنستے ہوئے گردن اکڑائی۔

"یہ بات تو ہے بھئی آخر میں شیف جو ہوں۔"

"جی جی، اس میں تو کوئی شک نہیں۔"

"اچھا، یہ ڈش لے جاؤ۔ میز پر رکھ دو، میں پانی لے کر آتی ہوں۔"

"جی امی جان۔"

ہیزل نے برتن اٹھائے اور باہر آ کر میز پر کھانا سجا دیا۔

اتنے میں دونوں چھوٹے بہن بھائی بھی اپنی اپنی جگہ آ بیٹھے۔

فرہاد صاحب اس وقت دفتر میں تھے، اس لیے آج دسترخوان کی سربراہی شیریں صاحبہ کر رہی تھیں۔

ان کے دائیں طرف راہا، بائیں طرف ہیزل بیٹھی تھی۔

ہیزل کے ساتھ اس کے دونوں چھوٹے بہن بھائی بیٹھے تھے، جبکہ راہا کے برابر والی کرسی پر آہان بیٹھا تھا۔

سب مزے سے کھانا کھانے لگے۔

کچھ دیر بعد شیریں صاحبہ نے پوچھا

"ویسے، پڑھائی کتنی ہو گئی تم لوگوں کی؟"

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

سوال سنتے ہی راہا کے گلے میں بریانی کا لقمہ پھنس گیا۔

وہ زور زور سے کھانسنے لگی۔

آہان نے فوراً پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو پہلے پانی پی لو۔"

پھر ہنسی روکتے ہوئے شیریں صاحبہ سے بولا

چچی جان! آپ نے بھی کیا سوال پوچھ لیا۔ بیچاری کا سانس ہی بند ہو گیا۔

راہا کی آنکھوں میں پانی آ گیا تھا۔

کافی دیر بعد جب وہ سنبھلی تو بولی۔

ممانی جان اگر آپ نے مجھے مارنا ہی تھا تو بریانی میں زہر ملا دیتیں۔
یہ 'کتنا پڑھا ہے؟' والا سوال پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

شیریں صاحبہ پریشان ہو گئیں۔

"ارے بیٹا! میں نے تو بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔"

وہ جانتی تھیں کہ پڑھائی کا نام سنتے ہی راہا کی جان نکل جاتی ہے، مگر پھر بھی امید تھی کہ شاید اس بار سنجیدہ ہو جائے۔

راہا نے بڑے اعتماد سے سینہ چوڑا کیا۔

ممانی جان، آپ فکر نہ کریں۔ میں نے اتنا پڑھ لیا ہے کہ اگر اتنا پورا سال پڑھتی نا، تو شاید ٹاپ بھی کر لیتی۔

پھر اس نے ہیزل اور آہان کی طرف اشارہ کیا۔

آپ کے سامنے یہ دو ذہین بچے بیٹھے ہیں نا ان کی صحبت میں تو میرے جیسا انسان بھی آئن اسٹائن بن جائے۔

آہان نے کھانستے ہوئے ہنسی دبائی۔

راہا پورے جوش میں بولتی رہی۔

آپ بس دیکھتی جائیں۔ اس بار میں پچھلے سال سے زیادہ نمبر لوں گی، آپ سب کا سر فخر سے بلند کر دوں گی، اور اپنے ماں باپ کا نام روشن کر دوں گی۔

"جی آپا"

یہ آواز ہیزل کے چھوٹے بھائی زوہیر کی تھی۔

اپنا بستر بھی ساتھ لے جانا امتحان میں شاید خواب میں سارے جواب آ جائیں۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

اس کے جملے پر پورا دسترخوان قہقہوں سے گونج اٹھا۔

صرف راہا تھی جو اسے گھورے جا رہی تھی۔

وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کر رہی تھی

"رک جا تیرا حساب بعد میں کرتی ہوں۔"

زوہیر نے فوراً نظریں جھکا لیں۔

"میں نے تو ویسے ہی کہا تھا"

اور چپ چاپ دوبارہ کھانا کھانے لگا۔

سب نے جلدی جلدی کھانا ختم کیا، کیونکہ آہان اور ہیزل نے شام تک پڑھائی کی ایک اور لمبی نشست لگانی تھی۔

کھانے کے بعد ہیزل اور راہا نے مل کر برتن اٹھائے اور کچن میں رکھ آئے۔

شیریں صاحبہ نے اٹھتے ہوئے کہا

اچھا بچوں، میں عصر کی نماز پڑھ لوں۔ تم لوگ بھی پہلے نماز پڑھ لینا، پھر دوبارہ پڑھائی شروع کرنا۔

جی، امی جان۔" ہیزل نے مسکرا کر جواب دیا۔"

اور تم دونوں بھی!" شیریں صاحبہ نے آہان اور راہا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جی چچی جان۔" آہان نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔"

جی ممانی جان..." راہا نے بھی جواب تو دے دیا، لیکن اس کے لہجے میں وہی مخصوص سستی نمایاں تھی۔

شیریں صاحبہ اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

ہیزل اور راہا برتن سمیٹنے لگیں، جبکہ آہان میز صاف کرنے میں ان کا ہاتھ بٹانے لگا۔

رہنے دو، میں کر لوں گی۔" ہیزل نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔"

ہاں، تم کر لو گی پھر آدھا گھنٹہ یہی لگاؤ گی۔ آہان نے برتن اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"اور اگر راہا نے مدد کی تو باقی آدھا گھنٹہ بھی بڑھ جائے گا۔"

معاف کیجیے گا!" راہا نے فوراً احتجاج کیا۔ "میں بہت اچھی ہیلپر ہوں۔

"آہان نے بنا اس کی طرف دیکھے کہا، ہاں، کھانا ختم کرنے میں۔

اوئے!" کہتے ہوئے راہا نے تولیہ اٹھا کر اس کی طرف پھینکا، مگر آہان پہلے ہی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

تولیہ سیدھا فرش پر گرا۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

نشانہ بھی تمہاری پڑھائی جیسا ہے۔ آہان نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

ہیزل بےاختیار ہنس پڑی۔

تم دونوں نا..." اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا، "ایک دن واقعی گھر سر پر اٹھا لو گے۔

وہ تو آج بھی اٹھا رکھا ہے۔ راہا نے منہ بنایا۔

بالکل۔" ہیزل نے فوراً جواب دیا۔"

تینوں ہنستے بولتے برتن کچن میں رکھ کر وضو کرنے چلے گئے۔

نماز ادا کرنے کے بعد وہ دوبارہ ہیزل کے کمرے میں آ بیٹھے۔

ہیزل نے کتاب کھولی۔

آہان نے لیپ ٹاپ آن کیا۔

اور راہا

اس نے پوری سنجیدگی سے کتاب اپنے سامنے رکھی، دو منٹ تک اسے گھورتی رہی، پھر آہستہ سے گردن اٹھا کر دونوں کو دیکھا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

نہیں۔" آہان اور ہیزل نے بیک وقت جواب دیا۔"

"ارے، میں نے سوال تو پوچھنے دو"

کیونکہ ہمیں پہلے ہی پتا ہے، تمہارا سوال پڑھائی سے بچنے کا نیا بہانہ ہوگا۔ آہان نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

راہا نے ناراضی سے ہونٹ پھلائے۔

"قسم سے، اس دفعہ پڑھائی والا ہی سوال تھا۔"

،ہیزل نے مسکراتے ہوئے کہا

"اچھا، پوچھو۔"

.راہا نے چند لمحے سوچا، پھر پوری سنجیدگی سے بولی

اگر میں پاس ہو گئی تو کیا مجھے واقعی اگلے سال یونیورسٹی اتنا نہیں پڑھنا پڑے گا؟

چند سیکنڈ کے لیے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

پھر آہان نے آہستہ سے کتاب بند کی، ہیزل نے پیشانی پر ہاتھ مارا، اور اگلے ہی لمحے دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

یہ بات اب دونوں کو اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو سکتی ہے، لیکن راہا کا سنجیدہ ہو جانا یہ ناممکنات میں سے ایک تھا۔

اگلے دن ان تینوں کا پہلا بورڈ کا امتحان تھا۔

اتوار ہونے کی وجہ سے آج کالج بھی بند تھا، اس لیے تینوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ہر کوئی اپنے اپنے گھر میں رہ کر آخری تیاری کرے گا۔

دوپہر کا وقت تھا۔

ہیزل اس وقت بازار آئی ہوئی تھی۔ اسے امتحان کے لیے کچھ ضروری اسٹیشنری خریدنی تھی۔

گھر سے نکلتے ہوئے اس نے معمول کے مطابق بڑی سی چادر اوڑھی، چہرے پر ماسک لگایا، کندھے پر اپنا ہینڈ بیگ لٹکایا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"امی، میں جا رہی ہوں۔"

شیریں صاحبہ نے کچن سے آواز دی۔

ٹھیک ہے بیٹا، احتیاط سے جانا، گرمی بہت ہے۔ اور دیکھو جلدی واپس آ جانا۔

"جی امی۔"

اور ہاں..." انہوں نے باہر آتے ہوئے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا، کہیں راستے میں راہا اور آہان مل گئے تو پھر کھانے پینے نہ بیٹھ جانا۔

ہیزل نے بےاختیار ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"امی! کل سے امتحان شروع ہو رہے ہیں۔"

"تو؟"

"تو اب ہم کھانے پینے تھوڑی نکلیں گے۔"

شیریں صاحبہ نے معنی خیز انداز میں ابرو اٹھائے۔

تم تینوں کا مجھے اچھی طرح پتا ہے۔ تم لوگوں کے لیے امتحان بھی کھانے سے زیادہ اہم نہیں ہوتا۔

"اوہ پلیز، امی"

ہیزل نے مصنوعی ناراضی سے منہ بنایا۔

"آپ ہمیں کچھ زیادہ ہی غلط سمجھتی ہیں۔"

"نہیں بیٹا، بالکل صحیح سمجھتی ہوں۔"

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

ہیزل ہنس دی۔

"اچھا ٹھیک ہے، اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ، اور جلدی واپس آ جانا۔"

وہ گھر سے نکل آئی، مگر جاتے جاتے بھی ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔

امی بھی نا جیسے ہم ہر وقت صرف کھاتے ہی رہتے ہیں۔ آخر ہر چیز کا ایک وقت، ایک جگہ اور ایک موقع ہوتا ہے۔

وہ خود ہی بڑبڑائی۔

چند منٹ بعد وہ بازار پہنچ چکی تھی۔

بازار میں حسبِ معمول خوب رونق تھی۔

ہر طرف لوگوں کی آوازیں، دکانداروں کی پکار، گاڑیوں کے ہارن اور گرمی کی شدت۔

وہ سیدھا اسٹیشنری کی دکان کی طرف جا رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر سڑک کے دوسری طرف پڑی۔

وہی چھوٹی سی مشہور دکان۔

جہاں کے موموز اسے بےحد پسند تھے۔

اس نے چند لمحے خاموشی سے دکان کو دیکھا۔

پھر اپنے آپ سے کہا

"نہیں پہلے اسٹیشنری۔"

وہ دو قدم آگے بڑھی۔

پھر رک گئی۔

"ویسے اسٹیشنری تو پانچ منٹ بعد بھی مل جائے گی"

اس کے ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ آ گئی۔

"پہلے پیٹ پوجا پھر کام دوجا۔"

اگلے ہی لمحے وہ سڑک پار کرکے دکان کے اندر داخل ہو چکی تھی۔

گھر سے نکلنے سے پہلے وہ ناشتہ کرکے آئی تھی، لیکن اس کے لیے مزیدار کھانے کے لیے بھوک لگنا کوئی نئی بات نہیں تھی۔

اس نے اپنے پسندیدہ موموز آرڈر کیے اور کھڑکی کے ساتھ والی میز پر جا کر بیٹھ گئی۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

یہ جگہ اسے ہمیشہ پسند آتی تھی۔

ایک طرف باہر کا پورا منظر نظر آتا تھا اور دوسری طرف سکون سے بیٹھ کر کھانے کا لطف بھی لیا جا سکتا تھا۔

ایک لمحے کو اس کے دل میں آیا کہ راہا اور آہان کو بھی بلا لے۔

لیکن فوراً ہی اس خیال کو جھٹک دیا۔

نہیں اگر وہ دونوں آ گئے تو آدھے گھنٹے کا کھانا سیدھا تین گھنٹے کا ہو جائے گا۔ پھر نہ اسٹیشنری خریدی جائے گی، نہ پڑھائی ہوگی۔

اس نے خود ہی فیصلہ سنایا۔

"آج اکیلے ہی کھا لیتی ہوں۔"

چند لمحوں بعد ویٹر اس کے سامنے گرم گرم موموز رکھ گیا۔

خوشبو نے جیسے ہی اس کی سانسوں کو چھوا، اس کے چہرے پر اطمینان بھر گیا۔

اس نے پہلا مومو اٹھایا، چٹنی میں ڈبویا اور آہستہ سے ایک نوالہ لیا۔

"ہُمم"

اس کی آنکھیں بےاختیار بند ہو گئیں۔

وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھی جو صرف پیٹ بھرنے کے لیے کھاتے ہیں۔

وہ کھانے کا ذائقہ محسوس کرتی تھی۔

ہر نوالے سے لطف لیتی تھی۔

اور ہر اچھے ذائقے کے بعد اس کے منہ سے بےاختیار ایک ہی آواز نکلتی تھی۔

"ہُمم---"

جیسے کھانا واقعی تعریف کا مستحق ہو۔

وہ پوری طرح اپنے ہی عالم میں مگن تھی کہ اچانک اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی مسلسل اسے دیکھ رہا ہو۔

اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں اور آہستہ آہستہ پورے ریسٹورنٹ پر نظر دوڑائی۔

مگر وہاں موجود ہر شخص اپنی ہی دنیا میں مگن تھا۔

کوئی دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا، کوئی اپنے خاندان کے ساتھ، جبکہ چند میزوں پر نوجوان جوڑے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔

اسے کوئی بھی ایسا شخص نظر نہ آیا جو اس کی طرف دیکھ رہا ہو۔

خودی کے پار

فیضہ سبحان علی

"شاید میرا وہم ہے"

وہ ہلکا سا مسکرائی اور دوبارہ اپنے موموز کی طرف متوجہ ہو گئی۔

لیکن چند لمحے بعد

وہی احساس۔۔۔

اس بار پہلے سے کہیں زیادہ واضح۔

جیسے کسی کی نظریں اب بھی خاموشی سے اسی پر ٹکی ہوئی ہوں۔

(جاری ہے)